Vol. 7 No.3 2023

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

عباس تابش کی شاعری میں دربدری اور بے گھری کا کرب

The suffering of wandering and homelessness in the poetry of Abbas Tabish

ڈاکٹر انور علی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

محمد یحییٰ

لیکچرار، کبل ماڈل سکول، کبل سوات

ڈاکٹر روح الامین

لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

Abstract

Social deprivation is rampant in third world countries. Poets and writers are more affected by these deprivations than the common man. Along with other social deprivations, the suffering of wandering and homelessness is also a deep sorrow of the society. The suffering of these social deprivations and especially the misery of wandering and homelessness has been a specific theme of our literature. Like other writers and poets, Abbas Tabish also felt this deprivation, but he himself went through this experience. Therefore, he has a deep feeling of this deprivation, which is unique to him. In this article, Wandering and homelessness have been analyzed in the poetry of Abbas Tabish.

Keyword: Social deprivation, wandering and homelessness, Abbas Tabish Poetry.

موجودہ دور تنہائی، کرب و ہیجان، انتشار، استحصال، ظلم و بربریت، منافقت، عدم استحکام، لا قانونیت اور فرد کی کم مائیگی کا دور ہے۔ فرد مرکزِ کائنات ہوتے ہوئے بھی حاشیے پر پابہ زنجیر ہے اور اپنی بقا اور کھوئی ہوئی شناخت کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔ معاشرے کا ہنر مند اور باشعور طبقہ معاشرے کی تشکیل نو اور بہتری کے لیے اپنی صلاحیتوں، عملی کاوشوں اور فکر و خیال کو بروئے کار لانے میں مصروفِ عمل ہے۔ ان ہنر مندوں میں ادبا کا شمار بھی ہوتا ہے جو معاشرے کے ایسے نباض تسلیم کیے جاتے ہیں جو تصویر کا محض ایک رخ نہیں بل کہ دونوں رخوں کا احاطہ کر کے حقیقتوں کو آشکارا کرتے ہیں۔ ادب کی آنکھ معاشرے کو کھڑکی سے نہیں بل کہ میدان میں اتر کر دیکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے ادبا نے اپنے عہد کے تاریخی، مذہبی، سائنسی، عُمرانی اور مابعد الطبیعیاتی پہلوؤں کا بھرپور احاطہ کیا ہے۔

جدید شعرا کے ہاں زیادہ تر موضوعات جدید فرد کے ذہنی بحران اور انتشار کے گرد گھومتے ہیں۔ جدید دور فرد کی کم مائیگی اور ذہنی ناآسودگی کا دور ہے۔ جس طرح جان و مال کی کوئی قیمت نہیں، اسی طرح عزت و آبرو کی پامالی

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بھی زوروں پر ہے۔ یہ تمام چیزیں ادب کا حصہ بن گئی ہیں۔ عباس تابشؔ کی شاعری میں بھی یہ موضوعات شعوری و لاشعوری طور پر کثرت سے در آئے ہیں۔ جدید فرد کے ہاں ایک بڑا مسئلہ گھر کے ہوتے ہوئے بھی بے گھری کا احساس ہے۔ گھر انسان کی اولین پناہ گاہ اور اس کے تحفظ اور سکون کا مرکز ہوتا ہے۔ مختلف مجبوریوں کی وجہ سے انسان اپنا گھر بار چھوڑتا ہے۔ تلاشِ معاش کے واسطے، نقل مکانی کے واسطے یا کچھ فطری اور غیر فطری وجوہات کی بنا پر انسان کو اپنے گھر سے دور ہونا پڑتا ہے۔ گھر سے دوری ہی انسان کو گھر کی اہمیت کا احساس دلاتی ہے۔ متعدد شعرا نے اس احساس کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ عباس تابشؔ بھی جدید لہجے کے شاعر ہیں ان کی شاعری میں دربدری اور بے گھری کا احساس کثرت سے بیان ہوا ہے۔ اس احساس کے حوالے سے عباس تابشؔ خود کہتے ہیں:

> " میں نے ایک ایسے گھر میں جنم لیا جو ہمارا موروثی گھر نہیں ہے۔ آج بھی اس گھر میں تیسری نسل پروان چڑھ رہی ہے لیکن گھر کی ملکیت ہمارے نام نہیں ہے۔ وہ متروکہ پراپرٹی ہے جو قیام پاکستان کے وقت ہندو چھوڑ گئے تھے۔ اس کے حوالے سے کئی طرح کے مقدمات عدالتوں میں زیرِ سماعت ہیں۔ اس گھر میں رہ کر گھر سے محبت اپنی جگہ مگر ایسا لگا کہ میرا کوئی گھر نہیں اور بے گھری کے احساس نے میرے اندر گھر کر لیا۔ آج بھی الحمدللہ میں اپنے گھر میں رہتا ہوں مگر بے گھری کے احساس نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔"(۱)

شاعری جذبہ، احساس، اور تخیل کے ملاپ سے جنم لیتی ہے۔ تاہم ان داخلی مظاہر کے ساتھ ساتھ خارجی عوامل کو بھی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ بے گھری اور دربدری کا مسئلہ آج کل عام ہے۔ یہ ہر انسان کا مسئلہ بن گیا ہے۔ اس لیے عباس تابشؔ کی شاعری میں یہ کثرت سے آیا ہے۔ عباس تابشؔ معلمی کے شعبے سے وابستہ رہے۔ اس سلسلے میں مختلف جگہوں اور مقامات پر ان کا تبادلہ ہوتا رہا اس لیے مستقل طور پر وہ ایک جگہ مقیم نہ رہ سکے۔ اس کے علاوہ مشاعروں کے سلسلے میں بھی وہ اکثر بیرونی ممالک جاتے ہیں تو زیادہ عرصہ اپنے گھر سے دور گزارنا پڑتا ہے۔ ان تمام محرکات کی وجہ سے ان کے ہاں بے گھری کا دکھ آیا ہے۔ اس دکھ سے ہجر و ہجرت اور نقل مکانی کا درد بھی جڑا ہوا ہے۔ نقل مکانی کا احساس ان کے بہت حاوی ہے:

ے یہ اشکوں کی روانی کیا کروں میں
غمِ نقل مکانی کیا کروں میں(۲)

گھر کی یادیں، گھر والوں کی یادیں اور گھر کا نقشہ ہجرت کے بعد بھی انسان کے ذہن میں باقی رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے آبائی اور پیدائشی گھر کو یاد کرتا رہتا ہے۔ کیوں کہ اسی گھر میں انسان کا بچپن بھی گزرتا ہے اور اس کی شخصیت کی نشو نما بھی یہاں ہوتی ہے۔ انسان جس جگہ بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی تک کا سفر طے کرتا ہے اور اس ارتقائی سفر میں جتنے بھی محرکات اسے پیش آتے ہیں وہ یادوں کی صورت میں زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ یادیں ذہن میں مستقل ڈیرا ڈال دیتی ہیں۔ تابشؔ کے ہاں بھی یہی احساس ابھرتا ہے:

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

؎ یہاں سے ہجرت کے بعد بھی میں یہیں رہوں گا
نیا مکاں اپنے گھر کے اندر بنا رہا ہوں(۳)

نقل مکانی زندگی کی یادوں سے دوری کا جواز بنتی ہے۔ نقل مکانی کے بعد آبائی مسکن اور اس کی یادیں بندہ بھول نہیں پاتا۔ انسان جس جگہ زندگی گزارتا اور جن لوگوں کے بیچ رہتا ہے ان کے ساتھ انسیت کا پیدا ہونا فطری امر ہے۔ اس لیے نقل مکانی کا ذہن پر گہرا اثر ہوتا ہے کیوں کہ ایک ماحول سے کسی دوسرے ماحول کو اچانک منتقل ہونا، نئے لوگوں، رویّوں، رسوم و رواج اور نئی ثقافت کا سامنا کرنا، ایک نئے سرے سے زندگی شروع کرنے کے مترادف ہے۔ گویا نقل مکانی اپنی یادیں کھونا ہیں۔ وہ یادیں جو نقل مکانی کی وجہ سے سپردِ خاک ہو گئیں، کے متعلق عباس تابشؔ کا اظہار خیال ملاحظہ کیجیے:

؎ آنکھوں تک آ سکی نہ کبھی آنسوؤں کی لہر
یہ قافلہ بھی نقل مکانی میں کھو گیا(۴)

عباس تابشؔ کی شاعری میں دربدری اور بے گھری کا کرب کثرت سے ملتا ہے۔ یہ ان کی فکر کی اساس ہے۔ ان کے ابتدائی دو مجموعوں "تمہید" اور "آسمان" میں یہ فکر اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ بقولِ ساحل سلہری، "عباس تابشؔ کی شاعری میں دربدری اور بے گھری کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ ان کو اندر سے کوئی غم کھائے جا رہا ہے اس لیے وہ بھری دنیا میں بھی خود کو تنہا سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ گھر میں رہتے ہوئے بھی خود کو بے گھر سمجھتے ہیں۔"(۵) گھر میں رہتے ہوئے بھی خود کو بے گھر محسوس کرنا یا اپنے گھر کو دشت کی نظر سے دیکھنا اگر ایک طرف شدید کرب اور دکھ کو ابھارتا ہے تو دوسری طرف یہ شدید احساس محرومی و نارسائی بھی ہے۔ تابشؔ دشت کی ویرانی و تنہائی کا احساس اپنے گھر میں محسوس کرتے ہیں:

؎ دشتِ غربت ہی پہ موقوف نہیں ہے تابشؔ
اب تو گھر میں بھی غریب الوطنی ہوتی ہے(۶)

؎ میرا مقصد یہاں نظارۂ مہتاب نہیں
اس کھنڈر میں مجھے تعمیر کی حسرت لائی(۷)

گھر کے ہوتے ہوئے گھر کے نہ ہونے کا احساس، گھر پر دشت اور ویرانے کا گمان کرنا، بام و در کی عدم موجودگی کا خیال، نقل مکانی اور ہجرت کا کرب، اجنبیت اور دوری، دربدری اور مسلسل محوِ سفر رہنا اور مکان کو کھنڈر کی نظر سے دیکھنا، سب کا محور و مرکز بے گھری کا کرب ہی ہے جو کہ عباس تابشؔ کی شاعری کا خاصا ہے۔ گھر سے دوری اگر ایک طرف ذاتی مسئلہ ہے تو دوسری طرف موجودہ حالات اور بدامنی کا بھی اس میں بڑا ہاتھ ہے۔ یہ مسئلہ ذاتی سے

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

زیادہ اجتماعی نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہمارے اجتماعی لاشعور کا حصہ بن گیا ہے۔ اس لیے عباس تابشؔ کہتے ہیں:

؎ گھر میں بے گھر کیوں نہ ہو جب رکھ دیا اجداد نے
شہر کی بنیاد میں بے خانماں ہونے کا دکھ(۸)

جدید شعرا کے ہاں سفر ایک بڑا استعارہ ہے۔ مسلسل سفر میں رہنا اگر ایک طرف حرکت و عمل کا سامان فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف اس سے مراد منزل کا نہ ملنا اور دربدری و بے گھری بھی ہے۔ منزل کی عدم موجودگی کے ہوتے ہوئے منزل کی تلاش میں سرگرداں رہنا جدید فرد کا بڑا المیہ ہے۔ بے گھری انسان کی سرشت میں بذاتِ خود ایک گھر ہے۔ جدید فرد اپنی شناخت کھو چکا ہے اس لیے بھٹک رہا ہے۔ بھٹکتے رہنا اور مسلسل حالتِ سفر میں رہنا بھی بے گھری کا احساس دیتا ہے۔ تابشؔ کے کلام سے اس حوالے سے اشعار ملاحظہ کیجیے:

؎ میں اس قبیلۂ وحشی سے ہوں کہ جس کا یہاں
قیام ہوتے ہوئے بھی سفر حوالہ ہے(۹)

؎ قدم میں گھر سے نکالوں تو گھر بھی جاتا ہے
کبھی کبھی مرا جانا ٹھہر بھی جاتا ہے(۱۰)

؎ یہ بھید بھی کھلنے نہ دیا دربدری نے
گھر کے لیے جاتا ہوں تو گھر کیوں نہیں جاتا(۱۱)

گھر کی تلاش میں سرگرداں رہنا یا سکون اور راحت کی تلاش کرنا لیکن یہ سب نہ پانا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ آخر الذکر شعر میں یہ احساس موجود ہے۔ عباس تابشؔ کی ابتدائی زندگی غربت اور غموں کا شکار رہی۔ بچپن ہی میں والد کی وفات نے انھیں کافی صدمہ پہنچایا۔ گھر کے معاشی حالات ٹھیک نہیں تھے۔ ذریعہ معاش ڈھونڈنے کے لیے انھوں نے لاہور جیسے بڑے شہر کا رخ کیا اور یوں اپنے گھر سے دور ہو گئے۔ گھر سے دوری کا یہ احساس ان کے ذہن میں ثبت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ابتدائی دو مجموعوں میں نقل مکانی اور بے گھری کا احساس زیادہ آیا ہے۔ ہر دوسری تیسری غزل میں اس حوالے سے کوئی نہ کوئی شعر ملتا ہے۔ اس لیے اس احساس نے ایک ناسٹلجیائی کیفیت اختیار کی ہے۔ ناسٹلجیا کا تعلق لاشعوری محرکات سے ہے۔ انسانی زندگی کی وہ خواہشات، احساسات اور جذبات جو ناآسودہ ہو کر انسانی لاشعور میں ڈیرا ڈال دیتے ہیں اور موقع بہ موقع سامنے آتے ہوئے انسان کو ستاتے رہتے ہیں۔ یہ ناآسودہ احساسات انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان تمام کیفیات کا تعلق ناسٹلجیا سے ہے۔ ناسٹلجیا میں یادوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان یادوں میں اچھے دنوں کی مٹھاس و حسین لمحات اور برے دنوں کی کڑواہٹ اور کرب دونوں شامل ہیں یعنی ناسٹلجیا تلخ و حسین یادوں کی آمیزش کا نام ہے۔ عباس تابشؔ کی شاعری بھی تلخ و حسین

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

یادوں کا مرقع ہے جس میں عشق و محبت کی یادیں بھی ہیں، رفتگاں اور بچپن کی حسین یادیں بھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بے گھری اور دربدری کے حوالے سے گھر کی یادیں بھی ہیں۔ لیکن ان سب میں بے گھری کا احساس تابؔش کے اعصاب پر چھایا ہوا ہے۔ اس لیے طاہر تونسوی عباس تابؔش کو " آشوبِ خواہشِ مکان کا شاعر " قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> " جو دکھ ساری شاعری پر محیط ہے وہ پناہ گاہ کے نہ ہونے کا دکھ ہے، سائباں کے نہ ہونے کا دکھ ہے، یعنی مکان کے ہونے کا دکھ ہے اور یہ دکھ گھر بسانے کا نہیں بل کہ گھر بنانے کا ہے اور اس دکھ کا شدید ترین احساس تقریباً ہر دوسری تیسری غزل کے کسی نہ کسی شعر میں موجود ہے اور اس طرح یہ شدید خواہش اس کے ہر ایک آشوب کی شکل میں ابھرنے لگتی ہے۔۔۔۔ اور جہاں کہیں بھی اس نے اپنے "گھر" کے ہونے کا ذکر کیا ہے اس میں بھی نہ ہونے والی بات موجود ہے۔ اس تناظر میں "گھر" اس کے اعصاب پر چھایا ہوا ہے۔"(۱۲)

ہاتھوں کی لکیروں کو قسمت کے ریکھاؤں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ توہم پرستانہ رویہ ہے لیکن یہ بھی تابؔش کے ہاں بے گھری کے ایک رومانوی احساس کو واضح کرتا ہے۔ تابؔش اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں تلاشتے رہتے ہیں۔ گویا ان کو یہ احساس ہے کہ شاید گھر ان کی قسمت میں نہیں۔ ہاتھ کی لکیر میں بالعموم روشن مستقبل اور دھن و دولت کا نقشہ لوگ تلاشتے ہیں لیکن شاعر اس لیے گھر کا غم لیے پھرتے ہیں کیوں کہ ان کی فکری نہج حُزنیہ ہے اور اس غم میں گھر کے عدم موجودگی کا دکھ شدید تر ہے۔ یہ احساس اتنا شدید ہے کہ انھیں اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں مکان کا نقشہ نظر آتا ہے:

ے وہ بے گھری ہے کہ اب ہاتھ کی لکیروں میں
کسی مکان کا نقشہ دکھائی دیتا ہے(۱۳)

عموماً یہ روایت رہی ہے کہ جب گھر کے تمام افراد زوالِ عصر یعنی مغرب کی نماز کے بعد اکھٹے ہوتے ہیں تو اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا گو ہوتے ہیں۔ تابؔش بے گھری کے احساس کو اس روایت سے واضح کرتے ہیں کہ زوالِ عصر کے وقت اگرچہ سب لوگ مختلف دعائیں مانگتے ہیں لیکن اس وقت بھی میں صرف اپنے گھر کی سلامتی کے لیے دعا گو ہوتا ہوں۔ یہاں بے گھری کے ساتھ ساتھ گھر کی خستہ حالی کا نقشہ بھی سامنے آتا ہے۔ تصویر کشی کے انداز میں اس کیفیت کا شعری اظہار دیکھیے:

ے چٹختی پختگی سے بھی صدائے قیل و قال ابھری
زوالِ عصر کی گھڑیوں میں گھر تسبیح کرتے ہیں(۱۴)

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

عباس تابش کے ہاں دربدری کا عنصر تو ملتا ہی ہے لیکن جب وہ بے گھری کی بات کرتے ہیں تو اس میں گھر کے در و دیوار کی خستہ حالی اور شکستگی کا رونا بھی روتے ہیں۔ ان کے ہاں گھر کی شکستگی کا تصور اتنی شدت سے آیا ہے کہ انھیں یقین ہے کہ جب بھی کوئی گھر گرتا ہے یا کوئی بے گھر ہوتا ہے تو اس کا اثر ہم تک ضرور پہنچتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہاں جو نیا نکتہ سامنے آتا ہے وہ ہے تصورِ فنا۔ ان کے خیال میں اگر ہجر و ہجرت نے لوگوں کو گھر سے دور کیا تو یہ وقتی دوری ہے۔ اس کا اثر انسانی ذات تک محدود ہے۔ اصل دوری تو وہ ہے جو ابدی ہے۔ جہاں سے پھر واپسی ممکن ہی نہیں۔ یہاں وہ بے گھری کا رشتہ فنا کے تصور سے جوڑتے ہیں۔ یعنی تصور فنا اور بے گھری کا احساس یہاں گھل مل گیا ہے۔ تابش نے یہاں "کل من علیھا فان" کی ترکیب سے اس تصور میں ایک عجیب تاثیر پیدا کی ہے۔ ان تصورات کے حوالے سے تابش کے کلام سے اشعار ملاحظہ کیجیے:

؎ شکستگی میں بھی معیار اپنے ہوتے ہیں
گرے مکان تو اپنے ہی پاؤں پڑتا ہے(۱۵)

؎ ہمارے گھر کی شکستہ فصیل پر تابش
دیئے کی لو نے لکھا کل من علیھا فان(۱۶)

؎ ہجر و ہجرت کے کہاں بس میں تھا اتنا بڑا کام
ان مکانوں کو کیا سیلِ فنا نے خالی(۱۷)

عباس تابش کو یہ خدشہ بھی لاحق ہے کہ خوشیوں میں بھی ان کے لیے دکھ درد کا سامان پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر خوشیاں ان کے در پر آئیں تو در و دیوار ہاتھ سے چلے جاتے ہیں اور اگر حسرتوں اور خوشیوں کا کوئی جھونکا ان کی چھت تک پہنچے تو وہ چھت بھی مسمار ہو جاتی ہے۔ غم تو شاعر کی ذات کا لازمہ جزو ہے لیکن خوشیوں سے شاعر کا خوف کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ خوشیاں انھیں راس نہیں آتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جہانِ سخن میں غم کا حوالہ حاوی ہے۔ اس غم کو وہ پسند بھی کرتا ہے اور تزکیہ نفس کا ذریعہ بھی سمجھتا ہے۔ مثبت نکتہ یہ ہے کہ غم کا جو بھی حوالہ ان کے ہاں ملتا ہے وہ شدید تر ہونے کے باوجود قنوطیت کا تاثر نہیں دیتا بل کہ وہاں امید کی ایک لپک نظر آتی ہے۔ تاہم عباس تابش کے ہاں بے گھری کا احساس اتنا شدید ہے کہ انھیں اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں مکان کا نقشہ نظر آتا ہے۔ شاید زندگی بھی اسی غم اور خوشی کے امتزاج کا نام ہے:

؎ جھونکے کے ساتھ چھت گئی، دستک کے ساتھ در گیا
تازہ ہوا کے شوق میں میرا تو سارا گھر گیا(۱۸)

گھر کے ساتھ انسان کی بہت سی یادیں وابستہ ہوتی ہیں۔ آبائی گھر ایک طرف آباؤ اجداد کی وراثت کی نشانی ہوتی ہے تو دوسری طرف انسان کے بچپن کا زمانہ اور یادیں بھی اس گھر سے منسلک ہوتی ہیں۔ گھر سے دوری گویا یادوں اور روایات سے دوری ہے۔ تابش کو ان تمام چیزوں کا احساس ہے۔ ماں کی یادیں، بچپن کا زمانہ اور گھر کے افراد

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کے ساتھ بِتائے ہوئے تمام لمحات انھیں یاد آتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے گھر کے لیے دعا گو رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گھر کو تا ابد آباد رکھے:

؎ میری کوشش تو بہت ہے کہ یہ گھر بچ جائے
اس کی بنیاد میں ہیں دفن خزانے میرے(۱۹)

گھر کے ہوتے ہوئے تابشؔ کو ہمیشہ گھر کے نہ ہونے کا احساس رہتا ہے۔ اس احساس کے ساتھ ساتھ انھیں کوئی سفر بھی لاحق ہے جو وہ مسلسل طے کرتے جا رہے ہیں۔ اس سفر کی منزل کا تعین شاید انھوں نے ابھی تک نہیں کیا کیوں کہ منزل کا تعین ہو جائے تو سفر ختم ہو جاتا ہے لیکن تابشؔ کا سفر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ جدید شاعری میں سفر کا تاثر اس لیے ملتا ہے کیوں کہ یہ سفر جدید فرد کو لاحق ہے۔ یہ سفر مختلف بھی ہے کیوں کہ مسافر جب متاع سفر باندھ کر سفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں پہلے سے ایک منزل ہوتی ہے جہاں اسے پہنچنا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں منزل نام کی کوئی چیز نہیں۔ ایک سفر ہے جو تسلسل سے جاری ہے:

؎ ہمیں تو خاک پہ حکم سفر دیا اس نے
وہ اور ہوں گے جنھیں کوئی گھر دیا اس نے(۲۰)

ادب ایسا میدان ہے جو انسانی نا آسودہ جذبات، احساسات اور خواہشات کی آسودگی کا باعث بنتا ہے۔ اگر کوئی بندہ پریشان ہو اور اسے کوئی ایسی غزل یا نثر پارہ وغیرہ مل جائے جس میں اسے اپنا آپ نظر آئے تو اس بندے کے جذبات کا انخلا ہو جاتا ہے۔ کتھارسیس کا یہ فریضہ ادب سے زیادہ کوئی اور شعبہ ادا نہیں کر سکتا۔ ادب سے یہ آسودگی صرف عوام کو نہیں ملتی بل کہ یہ تخلیق کاروں اور ادبا کے لیے بھی آرام اور سکون کا سامان فراہم کرتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ عباس تابشؔ کے ہاں گھر کے حوالے سے جو نا آسودگی ملتی ہے اسے ختم کرنے کے لیے انھوں نے بھی ادب کا سہارا لیا۔ تابشؔ کے لیے شاعری سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ شاعری کو اپنی زندگی سمجھتے ہیں۔ شاعری ان کے لیے در و دیوار بھی ہے اور گھر بھی۔ اس لیے انھوں نے کبھی لفظوں سے اپنے لیے چھاؤں وضع کی تو کبھی سطروں کو اپنا سائبان مانا۔ اس طرح انھوں نے غزل سے بھی ایک مکان اور گھر کی تعمیر کی۔ دیکھیے:

؎ لفظوں سے چھاؤں وضع کی سطروں کو سائباں کیا
جیسے بھی ہو سکا بسر وقتِ زوالِ جاں کیا(۲۱)

؎ بتا اے دربدری! لفظ ہیں کہ اینٹیں ہیں
مکاں بنا لیا میں نے غزل بناتے ہوئے(۲۲)

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ ان کی تمام شاعری کو پڑھنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے ہاں خواہشِ مکان کا آشوب کم ہو رہا ہے۔ ایک تو اس آشوبِ ذات کو کم کرنے کے لیے انھوں نے تخیل کا

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

سہارا لے کر اپنے لیے شاعری سے گھر کی تعمیر کی تو دوسری طرف یہ احساس انھیں بھی ایک دو جگہ ہوا ہے کہ یہ دکھ اب انھیں مزید نہیں رہا۔ اس تاثر کا اظہار وہ ایک شعر میں یوں کرتے ہیں:

ے یقین آتا نہیں تو مجھ کو یا مہتاب کو دیکھو
کہ رات اس کی بھی کٹ جاتی ہے جس کا گھر نہیں ہوتا[۲۳]

دربدری اور بے گھری کے اس احساس کے ختم ہونے کا انکشاف تابؔش کی ایک نظم " واپسی " میں بڑے واضح انداز میں ہوا ہے۔ اگرچہ شاعر کے مطابق بچپن کی یادیں تو لوٹ کر واپس نہیں آسکتیں لیکن گھر کے ہونے کا احساس یہاں ضرور محسوس ہوتا ہے۔ نظم پڑھنے کے بعد یہ احساس واضح انداز میں سامنے آتا ہے کہ یہ گھر بھی ادھورا ہے۔ یہ ادھوراپن بھی ان یادوں کی عدم موجودگی سے جنم لیتا ہے جو آبائی گھر میں شاعر کی ذات کا حصہ تھیں۔ ان یادوں سے شاعر کے بچپن کے سنہرے لمحے منقش ہوئے تھے۔ اب اگرچہ گھر کے ہونے کا احساس ہے لیکن ان یادوں کے بغیر اس میں عدم تکمیل کا تاثر جھلکتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

ے تجھے تو سب خبر ہو گی
یہاں عباس تابؔش نام کا اک شخص رہتا ہے
کہاں ہے وہ
نہ اب سرسوں کی گندل ہے
نہ وہ چرخے کی گھوگھر ہے
مگر اب بند دروازے پہ دھندلی نام کی تختی
مرے گھر کی نشانی ہے
یہ میری آج کے دن کی کہانی ہے[۲۴]

عباس تابؔش کی شاعری زندگی کے بدلتے رجحانات کا بہترین مرقع ہے۔ ان رجحانات میں ایک بڑا حصہ یادوں کا ہے۔ ان یادوں میں حاوی محرک بے گھری کا کرب ہے۔ اس کرب کو انھوں نے دوسرے حُزنیہ زاویوں سے ملا کر منفرد انداز میں پیش کیا ہے جس سے اس تصور میں تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔ کبھی وہ اس تصور کو نقل مکانی، ہجر و ہجرت اور سفر پیہم تو کبھی تصور فنا سے جوڑ کر نئے تصورات پیدا کرتے ہیں۔ اگر عرق ریزی سے اس محرک کو پرکھا جائے تو اس میں ذات سے کائنات تک کا سفر بھی ملتا ہے۔ ابتدا میں تو یہ مسئلہ ذاتی نوعیت کا لگتا ہے لیکن بعد میں جب دوسرے محرکات اس سے گھل مل جاتے ہیں تو گویا یہ ہر کسی کو اپنا مسئلہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ دربدری، بے گھری، ہجر و ہجرت، نقل مکانی، غریب الوطنی، سفر پیہم، دوری، نارسائی، ادھوراپن، محرومی اور تنہائی کا احساس عباس تابؔش کی شاعری کے خاص زاویے ہیں۔ یہ تمام پُر آشوب کیفیات عباس تابؔش کو جدید لہجے کے منفرد شاعر ثابت کرتے ہیں۔

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات

۱) گلزار جاوید، براہ راست، مشمولہ: چہار سو، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، جلد۲۹، شمارہ: جولائی، اگست، ۲۰۲۰ء، ص۸

۲) عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت چہارم، اگست ۲۰۱۵، ص ۶۰۴

۳) ایضاً، ص۳۶۹

۴) ایضاً، ص۱۶۳

۵) ساحل سلہری، عباس تابش ایک مطالعہ، دعا پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵، ص۱۸۸

۶) عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، محولہ بالا، ص۹۵

۷) ایضاً، ص۵۸۸

۸) ایضاً، ص۶۹۴

۹) ایضاً، ص۱۹۳

۱۰) ایضاً، ص۳۵۸

۱۱) ایضاً، ص۲۴۸

۱۲)طاہر تونسوی، آشوبِ خواہشِ مکان کا شاعر، مشمولہ: چہار سو، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، جلد ۲۹، شمارہ:جولائی، اگست ۲۰۲۰، ص ۲۷، ۲۸

۱۳) عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، محولہ بالا، ص ۳۶۷

۱۴) ایضاً، ص۳۴۷

۱۵) ایضاً، ص۲۲۰

۱۶) ایضاً، ص۵۶۲

۱۷) ایضاً، ص۵۶۳

۱۸) ایضاً، ص۲۹۱

۱۹) ایضاً، ص۵۸۰

۲۰) ایضاً، ص۱۹۲

۲۱) ایضاً، ص۳۰۲

۲۲) ایضاً، ص۶۵۲

۲۳) ایضاً، ص۱۸۵

۲۴) ایضاً، ص۲۵۹، ۲۶۰